© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

تعلیم و زبان کے دو جلسے

دسمبر کے ختم پر ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم اور زبان کے دو اہم جلسے ہوئے۔ ایک جلسہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا تھا جو کلکتہ میں ۲۹ سے ۳۱ تک نواب کمال یار جنگ بہادر کی زیر صدارت منعقد ہوا اس جلسہ کو اس اعتبار سے خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہ مسلمانانِ ہند کی سب سے پرانی انجمن کا باونواں جلسہ تھا۔ دوسرا جلسہ جو مسلمانوں کی زبان سے متعلق ہے۔ انجمن ترقی اردو کا "کل ہند" اجلاس ہے جو دہلی میں ۲۷، ۳۰ کو نواب مہدی یار جنگ بہادر کی زیر صدارت انجام پایا۔

اس وقت مسلمانانِ ہند موت و حیات کی جس دردناک کشمکش سے گذر رہے ہیں اور ان پر کہیں جمود محض کہیں بے راہ روی۔ اور کہیں عاقبت نا اندیشانہ جوشِ جنوں طاری ہے۔ ان سب کا تقاضا ہے کہ بیدار مغز ارباب حل و عقد پورے غور و فکر سے کام لے کر تمام قوم کے لیے ایسی مختلف تدابیر سوچیں جو اُن کو زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی اور اصلاح کی طرف لیجائیں۔ اور پھر صرف اسی پر کفایت کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ ضرورت ہے کہ جو کچھ کہیں اُسے کر کے دکھائیں۔ جو تجاویز پاس کریں انہیں عمل میں لائیں۔ اب وقت سہل انگاری اور تساہل کا نہیں ہے۔ تغافل لاکھ التفات آمیز سہی لیکن برسوں کا مریضِ غم عشق اُسے برداشت نہیں کر سکتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہو جائینگے ہم تم کو خبر ہونے تک

حقیقت بہرحال حقیقت ہے، وہ نگاہوں سے خواہ کتنے ہی عرصہ تک مخفی رہے لیکن چار و ناچار کبھی نہ کبھی اُس کا اظہار زبان سے ہو ہی جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ تعلیم کا مقصد صرف ملازمتوں کا حاصل کرنا اور انگریزی کی برابر کرسی پر بیٹھنے کی صلاحیت و اہلیت پیدا کرنا تھا۔ اسی بنا پر اس تعلیم کو صرف امیروں یا متوسط لوگوں کے طبقہ تک محدود رکھا گیا تھا۔ اخراجات اس قدر تھے کہ غریب آدمی اپنے بچوں کو تعلیم دلا ہی نہیں سکتے تھے۔ پھر مذہب اور معاشرت اور زبان کو تعلیم سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ بلکہ انگریزی تعلیم سے دماغ میں جو "روشنی" یا آزادی پیدا ہو جاتی تھی وہ ان تینوں چیزوں سے ہی متنفر کردیتی تھی۔ یہاں تک کہ مسلمان برائے نام مسلمان رہ جاتا تھا۔ اسلامی طریق بود و ماند اُس کی نظر میں حقیر، مذہبی روایات اُس کے نزدیک مجموعۂ خرافات، اور دینی اعمال و افعال اُس کی نگاہ میں احمقانہ حرکات تھیں لیکن اب اقلیت و اکثریت کے تنازع للبقا نے ایک مدت کے خواب گراں کے بعد آنکھیں کھولدی ہیں۔ اور آپ حیرت کے ساتھ سُنینگے کہ آج سیاسی اور تعلیمی پلیٹ فارموں پر بھی وہی وعظ ہوتا ہے جو مولوی مسجدوں میں کہا کرتے تھے۔ اب ذکر نیوٹن یا مل کی تھیوری کا نہیں ہوتا جس کو مولانا شبلی نے اپنے مشہور قصیدہ

اگر پرسی چہ کسانیم وچہ ساماں داریم ❊ آنچہ با ہیچ نیرزد بجہاں آن داریم

میں علیگڈھ یونیورسٹی کی خصوصیت بتایا ہے۔ اب مسجد کے ممبروں پر نہیں، بلکہ کرسیوں اور صوفوں پر کسی تا بہ سُنت ریش" رکھنے والے عالم کی زبان سے نہیں، بلکہ غیر طبعی آئینہ تمثال" رخسار رکھنے والے صاحب بہادروں کی زبان سے وہی مذہب، معاشرت، کلچر، اور اسلامی انفرادیت کا ذکر سُنینگے جو کسی زمانہ میں غریب اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دقیانوسی مولوی کے بیان و وعظ کی خصوصیت تھی۔

مثال کے لیے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے باونویں اجلاس کلکتہ کی روداد پڑھ جائیے آپ کو ہمارے دعوے کی حرف بحرف تصدیق ہوجائیگی۔ اس اجلاس کے صدر نواب کمال یار جنگ بہادر نے اپنا خطبہ جو ٹائپ کے چھ صفحوں پر ہے۔ انگریزی زبان میں پڑھا۔ خطبہ کی زبان انگریزی بھی لیکن اُس کی روح انگریزی نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ مسلمان بحیثیت ایک قوم کے اُن تعلیمی اسکیموں سے مطمئن نہیں ہیں جو گذشتہ عہد میں ملک کے مختلف گوشوں سے پیش کی جاچکی ہیں، یہاں اُن میں سے کسی ایک کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ لیکن ایک بات جس کی نسبت مجھ کو یقین ہے یہاں بیان کردینی ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ موجودہ سخت ترین دور میں ہم کسی ایسی تعلیمی اسکیم کو قبول نہیں کرسکتے جو ہم میں اسلامی اصول و کلچر کے دائرہ میں رہتے ہوئے دماغی بیداری پیدا نہ کرے۔ محترم صدر نے یہ ہی نہیں بلکہ اس سے آگے بر سبیل ترقی فرمایا "اسلام کے کلچر کا اپنا مدعا یہ ہے کہ وہ انسانیت کو عروج دے" اور اسلام صرف کسی ایک خاص خیال کے پابند ہونے کا ہی نہیں بلکہ وہ ایک منظم اجتماعی زندگی کا نام ہے"۔

خطبۂ صدارت کے صفحہ ۴ پر ارشاد ہوتا ہے۔

"دو ابتدائی مقصد ہیں جو مسلمانوں کی ہر تعلیمی اسکیم میں لازمی طور پر پیش نظر رہنے چاہئیں۔

(۱) مسلم کلچر کی امتیازی خصوصیات کی حفاظت و بقا۔

(۲) مسلمانوں کے معاشرتی نظام کی پختگی اور مضبوطی۔

جناب صدر نے یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک صحیح معنی میں تعلیم یافتہ نہیں کہلا سکتی جب تک اُس کے عوام میں تعلیم کا عام چرچا نہ ہو۔ اور تعلیم کی وجہ سے ان کی اقتصادی حالت خوشگوار

© rasailojaraid.com

نہ ہو گئی ہو۔

آپ نے یہ جو کچھ فرمایا اُس کی واقعیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ عربی کا ایک مصرع ہے "عند الشدائد تذھب الاحقاد" اس لیے یہاں اس شکایت کا بھی موقع نہیں ہے کہ انگریزی تعلیم کو ہندوستانی مسلمانوں میں رائج کرتے وقت ہی اگر قومی تعلیم کے ان اساسی مقاصد کو پہلے سے پیشِ نظر رکھا جاتا اور انگریز کی نقالی کی غلامانہ ذہنیت کو ترک کر کے خالص قومی و ملی مفاد پر اُس کی بنیاد رکھی جاتی تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا جس نے مسلمانوں کو صحیح اسلام اور اسکے کلچر سے بہت دور کر دیا ہے۔

اب بھی وقت ہے کہ ہماری قوم کے قابل اور روشن خیال حضرات اپنے اثر و رسوخ سے کام لیں۔ اور وہ محض کہنے سُننے تک اپنی کوششوں کو محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی تجاویز کو عملی شکل بھی دیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی کلچر کے علمبردار خود اس کا نمونہ بنیں۔ پھر اسلامی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے نصاب میں ایسا تغیر و تبدل کریں جو طلباء کے لیے اسلامی زندگی میں علمی اور عملی دونوں اعتبار سے زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد ہو۔ اس سے بڑھ کر ضروری یہ ہے کہ کالج میں ایسا اسلامی ماحول پیدا کیا جائے جس میں سانس لینے کے بعد خود بخود انسان اسلامی کلچر کے احترام پر اور اس پر عمل کرنے کی طرف راغب ہو۔ یہ ماحول اُس وقت تک ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وائس چانسلر سے لے کر تمام پروفیسر اور ملازمین کالج تک بود و ماند اور طریق نشست و برخاست میں سر تا سر مسلمان نہ ہوں۔ ایک طرف تو آپ کو خود یونیورسٹی کے اندر یہ تبدیلیاں کرنی ضروری ہیں۔ پھر صنعت و حرفت اور خاص علمی تحقیقات اور کیمیاوی تجربات کے لیے مستقل کامیاب درسگاہیں ہونی چاہئیں۔ جہاں مسلمان طلبا نظری تعلیم کے علاوہ عملی تعلیم اور تقلیدی کے بجائے اجتہادی تعلیم حاصل کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ باتیں نئی نہیں۔آج ہر مسلمان انہیں بین طور پر محسوس کرتا اور اُن کی ضرورت پر یقین رکھتا ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ زبردست جوش وخروش کے ساتھ عملی اقدام کیا جائے صدر محترم نے اس چیز کو ایک کمیٹی کے سپرد کر دینے کی خواہش کی ہے جو تین ماہرین تعلیم پر مشتمل ہو۔ہمیں ڈر ہے کہ آج کل کی عام تجاویز کی طرح کہیں مسلمانوں کی تعلیمی اسکیم کی تشکیل کی یہ تجویز بھی نشستند و گفتند و برخاستند کی ہی حد تک رہ کر ختم نہ ہو جائے۔ضرورت تھی کہ اسکیم پہلے سے تیار کر لیجاتی اور اس اجلاس میں اس پر غور وخوض کر کے اُسے پاس کر دیا جاتا۔اور اسلامی اداروں میں اُسی کو نافذ کرنے کی موثر کوششیں کی جائیں۔

دوسرا اہم اجلاس جو ۲۹،۳۰ر دسمبر کو دہلی میں منعقد ہوا "انجمن ترقی اردو" کا "کل ہند اجلاس" تھا۔ جس کے صدر حیدرآباد کے مشہور علم دوست اور علم نواز نواب مہدی یار جنگ بہادر تھے۔اس میں ہندستان کے ارباب علم وادب کا خاصہ اجتماع تھا۔پہلے دن کی نشست اولیں میں خطباتِ صدارت اور انجمن کی رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔شام کو چیف کمشنر دہلی نے علمی نمائش کا افتتاح کیا جس میں عربی فارسی اور اردو کی نادر مخطوطات۔پرانے پرانے سکّے۔قدیم مغل آرٹ کے چند نمونے اور بعض پرانے بزرگوں کی دستی تحریریں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔گذشتہ سال یہیں دہلی میں ادارۂ معارفِ اسلامیہ کے ماتحت اینگلو عربک کالج میں جو علمی نمائش ہوئی تھی، اُس کی طرح اس نمائش کی عمدگی اور خوش سلیقگی کا بھی سہرا پروفیسر حافظ محمود شیرانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال، اور ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کے سر ہے۔مغرب کے بعد مقالات ہوئے دوسرے دن پہلی اور دوسری نشستوں میں مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔انجمن نے جو تجاویز پاس کیں وہ سب نہایت مفید ہیں تاہم اُن میں تجویز نمبر ۲۔۳۔۴ اور ۱۰ نہایت اہم اور ضروری ہیں اور اگر اُن کو عمل میں لانے کے لیے متحدہ جدوجہد کی گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ ان میں کامیابی نہ ہو۔اور اگر یہ کوششیں کامیاب ہوگئیں تو بے شبہ یہ اُردو زبان کی عظیم الشان خدمت ہوگی جس سے اُس کو استقرار ودوام حاصل ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ظاہر ہے کہ تمام تجاویز پر بیک وقت یکساں عمل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً تجویز نمبر ۲ میں دہلی، پنجاب، لکھنؤ، مسلم یونیورسٹی علیگڈھ وغیرہ میں اُردو کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنانے کی جو تجویز منظور کی گئی ہے اُس پر عمل کرنے کی راہ میں سر دست چند در چند دشواریاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم دینے والے اساتذہ میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو اپنے مضامین کو اُردو کی بہ نسبت انگریزی میں زیادہ آسانی کے ساتھ سمجھا سکتے ہیں۔ اُردو میں کسی علمی مضمون پر لکچر دینے کے لیے تو خود اُردو کی اعلیٰ قابلیت درکار ہے۔ اور وہ ان اساتذہ میں کہاں! پھر یونیورسٹی میں تعلیم پانے والے طلبا میں ایک ہی کلاس میں مسلمان طلبا بھی ہوتے ہیں، اور ہندو بھی، بنگالی بھی اور مدراسی بھی، مرہٹی بھی اور پنجابی بھی۔ پس اگر آپ ذریعہ تعلیم اُردو کو قرار دیتے ہیں تو جو طلبا اُردو بالکل نہیں جانتے اُن کو اُسی طرح شکایت ہوگی جس طرح آج مسلمانوں کو انگریزی زبان کے ذریعہ تعلیم ہونے سے ہے، اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے جس کو بالکل صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہیے کہ اگرچہ حیدرآباد کے دارالترجمہ نے یورپین علوم وفنون کی گراں بہا کتابوں کے تراجم شائع کرنے میں بڑی مستعدی اور سرگرمی کا ثبوت دیا ہے، تاہم یہ ذخیرہ ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں کی ضرورتوں کے لیے نہ کافی ہے اور نہ قابل اطمینان۔ ان وجوہ کی بنا پر سر دست اس تجویز کو عمل میں لانا نہایت دشوار ہے۔ البتہ تجویز نمبر ۱ جس میں اُردو کو ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں میں اُن اختیاری مضامین کا درجہ دینے کی درخواست کی گئی ہے جن میں کامیابی لازمی ہے۔ اب بھی قابلِ عمل ہے۔ اور اگر اس کے لیے سرگرم جدوجہد کی گئی تو کامیابی بھی یقینی ہے۔ اس تجویز کو کامیاب بنانے کے بعد اگر یونیورسٹیوں میں دیانت داری کے ساتھ اس پر عمل ہوتا رہا تو اس سے تجویز ۲ کے لیے بھی راہ ہموار کرنے میں بڑی مدد ملیگی۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ ان تجویزوں میں فوری طور پر قابلِ عمل ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے جو فرق مراتب ہے اُس کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجمن کا فرض ہے کہ جن تجویزوں کو بغیر کسی تاخیر کے قابلِ عمل ہونے کی وجہ سے تقدم حاصل ہے اُن کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی جدوجہد کا آغاز پوری سرگرمی کے ساتھ کر دے کہ یہ وقت اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسمان سے من وسلویٰ کے نزول کے انتظار کا نہیں ہے، زمانہ بڑی سرعت کے ساتھ بدل رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت یک لمحہ صد سالہ راہ کے گم کردینے کا باعث بن جائے اور تلافی مافات کے دروازہ پر محرومی و ناکامی کے قفل پڑ جائیں۔

اس موقع پر یہ گذارش کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اُردو زبان وادب کی حقیقی خدمت کوئی انجمن اُس وقت تک نہیں کرسکتی جب تک اُس میں دوسری اسی قسم کی انجمنوں اور اداروں کے ساتھ تعاون واشتراک کرنے کا مصالحانہ جذبہ نہ ہو یہ کام سب اربابِ علم وادب کے مل جل کر کرنے کا ہے۔ اس میں خود اپنے کو نمایاں کرنے اور دوسرے اہم اداروں کو نظرانداز کرجانے سے نہ تو اس مقصد میں ہی خاطرخواہ کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور نہ خود اپنی ذاتی وجاہت وشخصیت کو ہی کوئی خاص فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ حُسنِ جہاں آرا رونق بزم ہوکر ہی دیدہ و دل سے خراجِ تحسین وستائش وصول کرسکتا ہے۔ کسی ایک تمکنت کدۂ غرور وتنہائی میں روپوش ہوکر نہیں۔ عملی دنیا کا یہ ایک ایسا واضح اصول ہے جو "انجمن ترقی اُردو" یا کسی اور مخلص "کل ہند" انجمن سے کبھی نظرانداز نہ ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا سید احمد مدنیؒ۔

ہمیں یہ معلوم کرکے بیحد افسوس ہوا کہ پچھلے دنوں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے برادر بزرگ مولانا سید احمد صاحب مہاجر مدنی جوار نبوی میں ایک عرصۂ مدید کے قیام ہجرت کے بعد پچھلے دنوں رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے آں مرحوم کی تعریف میں مختصراً یہ کہنا کافی ہوگا کہ آپ صحیح معنی میں مولانا حسین احمد صاحب کے بڑے بھائی تھے۔ عادات واطوار میں اسلاف کرام کا نمونہ تھے۔ آپ کا عظیم الشان کارنامہ مدینہ طیبہ میں ایک شاندار دینی وصنعتی مدرسہ کا قیام ہے جس میں اس بلدۂ مطہرہ کے غریب بچے دینی اور صنعتی تعلیم حاصل کرکے سامان معاد ومعاش پیدا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ آں مرحوم کو صدیقین وشہدا کے مراتب عالیہ سے شرف اندوز فرمائے، اور پسماندگان کو صبرجمیل کی توفیق ارزاں ہو۔ رحمۂ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

© rasailojaraid.com